فُغانِ دَرُوں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری ، نفس میرا شعلہ بار ہو گا!!

یہ پاکستان ہے

صبح سے مجھے ہلکا ہلکا سا بخار تھا۔لیکن میں بادل نا خواستہ ایک ضروری کام کے سلسلہ میں خوشاب روانہ ہوگیا۔وہاں پہنچتے پہنچتے بخار نے اپنا عمل تیز کردیا۔فیصل آباد میں تو حکیم آسی صاحب کی دوا بخار کے لئے تیر بہدف ثابت ہوا کرتی تھی۔مگر اس اجنبی ماحول میں مجھے کسی ڈاکٹر سے رجوع کرنا ضروری محسوس ہورہا تھا۔ورنہ واپسی کا سفر دشوار ہوجاتا۔ایک مقامی شخص کی راہنمائی سے میں کلینک کے سامنے جاپہنچا۔کلینک کے باہر بڑا سا بورڈ لگا ہوا تھا۔جس پر مختلف ڈاکٹرز کے نام اوران کی ڈگریاں درج تھیں۔ایک نظر ڈالنے سے وہ ایک چھوٹا سا ہسپتال ہی محسوس ہورہا تھا۔اندر کا ماحول بھی صاف ستھرا، کشادہ اور پرکشش تھا۔میڈیسن (Medicine) کے لئے لکڑی کی چھوٹی سے دیوار بنا کر ایک حصے کو الگ کیا ہوا تھا۔جس پر شیشے کی باڑھ لگی ہوئی تھی۔جہاں دو عدد کمپاؤنڈر (Compouder) مصروف عمل تھے۔دوسری جانب خوبصورت پردے لٹکا کر ڈاکٹر صاحب کانوں میں اسٹیتھوسکوپ (Stethoscope) لگائے ہوئے کرسی پر بیٹھ کر ایک مریض کا معائنہ کر رہے تھے۔دیوار کے ساتھ ساتھ بنے ہوئے بینچوں پر دس بارہ مریض اپنی باری کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔میں بھی بینچ پر بیٹھ گیا۔ڈاکٹر صاحب جس رفتار سے معائنہ کررہے تھے اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ شاید بیس پچیس منٹ تک میری باری آجائے۔میں نے دیوار کے ساتھ سر لگا کر آنکھیں موندلیں۔حرارت کی وجہ سے مجھ پر غنودگی کی سی کیفیت طاری ہورہی تھی۔چند منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ کلینک میں کچھ ہلچل کا احساس ہوا۔میں نے بے دلی سے آنکھیں کھولیں۔اور سامنے والا منظر دیکھ کر آنکھیں کھلی ہی رہ گئیں۔جن مناظر کو ٹی وی اسکرین پر ملاحظہ کرتے تھے آج وہ لائیو (Live) نظر آرہے تھے۔زندگی میں نت نئے تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں۔یہ بھی سفر زندگی کا ایک حصہ ہے۔اس طرح کے چھوٹے موٹے تماشے انسان کی توجہ اپنی جانب کھینچ لیتے ہیں اور چند لمحوں کے لئے آدمی اپنی تکالیف بھول کران مناظر میں کھوجاتا ہے۔

میری نظروں کے سامنے میڈیا (Media) والے ویڈیو کیمروں کے ساتھ مسلح ہوکر ڈاکٹر صاحب پر حملہ آور ہوچکے تھے۔ڈاکٹر سے تند وتیز سوالات کئے جارہے تھے۔ڈاکٹر نے خود اعتمادی ظاہر کرنے کی اپنی سی کوشش کی مگر میڈیا والوں کے تابڑ توڑ حملوں سے وہ حواس باختہ ہوگیا۔اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔نمائندے کے سوال پر ڈاکٹر بتا رہا تھا کہ میں ایم۔بی۔بی۔ایس ہوں۔میرے پاس باقاعدہ ڈگری موجود ہے۔ٹی وی کے تیز وطرار نمائندے نے چہرے پر مصنوعی ملائمت طاری کرتے ہوئے کہا: آپ ذرا اپنی اسناد مجھے دکھانا پسند کریں گے؟ ڈاکٹر نے کہا: اس کے لئے تو گھر جانا پڑے گا۔جو یہاں سے کافی دور ہے۔نمائندے نے پینترا بدلتے ہوئے کہا: آپ کے پاس ایم۔بی۔بی۔ایس کی ڈگری ہے تو ذرا ایم۔بی۔بی۔ایس کا مطلب بتا کر ہماری معلومات میں اضافہ کریں۔ڈاکٹر شاید اتنا بھی نہ جانتا

تھا کہ ایم۔بی۔بی۔ایس (Bachelor of medicine. Bachelor of Surgery) کا مخفف ہے۔ وہ لاجواب ہو کر آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ اب ویڈیو کیمرے کا رخ ایک مریض کی طرف تھا۔ وہ ایک سوال کے جواب میں کہہ رہا تھا کہ میں کافی عرصہ سے اس کلینک پر آرہا ہوں۔ صرف یہی ڈاکٹر صاحب اس کلینک پر ہوتے ہیں۔ نمائندے نے ڈاکٹر سے پوچھا: باہر بورڈ پر اتنے ڈاکٹرز کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ وہ کہاں ہیں؟ اگر وہ یہاں آتے ہیں تو مریضوں کو کیوں نظر نہیں آتے؟ ڈاکٹر نے کہا: ہم کبھی کبھی فری کیمپ لگاتے ہیں اس وقت ان ڈاکٹرز صاحبان کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں۔ میڈیا والوں کے ساتھ آیا ہوا ایک شخص کافی دیر سے ادویات کو دیکھ رہا تھا۔ ایک ڈبیا کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑنے لگی۔ وہ ڈبیا کو کیمرے کے سامنے لہرا لہرا کر کہہ رہا تھا: ناظرین! یہ دیکھئے یہ میڈیسنز ایکسپائر (Expire) ہو چکی ہیں۔ اگر ان کے استعمال سے کسی کی جان چلی گئی تو کون ذمہ دار ہوگا؟ وہاں بیٹھے ہوئے سب مریض ہمہ تن بگوش دلچسپی اور دلجمعی سے یہ تماشا ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک مریض سے خاموش نہ رہا گیا۔ وہ کھسر پھسر کرتے ہوئے کہنے لگا: بھئی! یہ عجیب ڈاکٹر ہے۔ اتنا بڑا بورڈ لگا کر ہمیں بے وقوف بنا رہا ہے۔ یہ تو مسیحا کے روپ میں قاتل ہے۔ قوم کی محافظ حکومت اور انتظامیہ بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ اگر کوئی اور ملک ہوتا تو وہاں اس طرح سرعام لوگوں کی جان سے کھیلنے کی کوئی شخص جرات نہ کرتا۔ ایک بوڑھا مریض کہنے لگا: تم بھی بس خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو تم نہیں جانتے کہ یہ پاکستان ہے اور یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ جو دوا، مشینری اور سامان دوسرے ممالک میں نہ چل سکے پاکستان کی منڈی میں اس کی مانگ ہے۔ یہاں سب چل جاتا ہے۔

میں مزید وقت ضائع کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ تماشا ادھورا چھوڑ کر باہر نکل آیا کہ کہیں کیمرے کا رخ میری طرف بھی نہ پھر جائے اور میں بھی اس تماشے کا حصہ نہ بن جاؤں۔ بوڑھے مریض کی بات میرے ذہن میں گونج رہی تھی۔ ''یہ پاکستان ہے، یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ پاکستان کا لفظ جو اپنے دامن میں سچے جذبوں اور قربانیوں کی ہزاروں داستانیں سمیٹے ہوئے ہے جس کی آبیاری کے لئے ہزاروں عصمتوں کو لٹایا گیا۔ بچوں کو نیزوں کی انیوں پہ اچھلوایا گیا۔ تڑپتی ہوئی لاشوں کو بے گوروکفن چھوڑا گیا۔ جو پاکستان پاک دین اور پاک نظام سے استعارہ ہے۔ آج وہ لفظ یوں سرعام بدنام ہو رہا ہے۔ جہاں ہیرا پھیری کی بات ہو۔ قانون شکنی کی بات ہو تو پاکستان کا نام آجاتا ہے۔ اقرباء پروری کے لئے اور ذاتی عیش وعشرت کے لئے ملک کو دیوالیہ کرنے کی بات ہو تو پاکستان کا نام سرفہرست آجاتا ہے۔ بدعنوانی اور رشوت خوری کی بات چل پڑے تو پاکستان کا حوالہ لازمی قرار پاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم پاکستانی حد درجہ فراخ دل بھی ہیں کہ کل تک جو پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔ ہمارے بڑوں کی لاشوں کو روندتے ہوئے ہندو بنئے کے ساتھ گلے ملتے رہے۔ آج اگر وہ اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کے لئے پاکستان کے ٹھیکیدار بن رہے ہیں تو ہم ماضی کے تلخ تجربات کو بھلا کر بڑی کشادہ دلی سے ان دشمن ملک عناصر کو اپنی من مانیاں کرنے کے لئے سازگار ماحول مہیا کرنے کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔

ہم پاکستانی کتنے سادہ لوح ہیں۔ جو لوگ ہزاروں دعووں کے ساتھ عوام کو بے وقوف بنا کر لیلی اقتدار سے گلے ملتے ہیں۔ دھاندلیوں کے ریکارڈ توڑ کر جمہوریت کا ڈھونگ رچاتے ہیں۔ روشنی کی امیدیں دلا کر رہی سہی روشنی بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔ ملک کو قرضوں میں جکڑ کر بیرون ملک اپنے اثاثوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔ خوشحالی کے خواب دکھلا کر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں تو ہمیں احساس زیاں تک نہیں ہوتا۔ ہم ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر انہیں بھی سر آنکھوں پر بٹھانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ ملک کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں اور ان کی سیاسی دوکانیں چلتی رہتی ہیں اور یہ سب کچھ پاکستان کی بھولی بھالی عوام کے ساتھ ہوتا رہتا ہے

کیونکہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چلتا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف نے قوم کی آواز کے خلاف اپنی دلی تمنا کو قوم کی ترجمانی کا نام دیتے ہوئے اپنی حلف برداری کی تقریب میں اس وقت کے بھارتی وزیر اعظم منموہن سنگھ کو شرکت کی دعوت دی اور اپنی طرف سے جذبہ خیر سگالی کا مظاہرہ کیا مگر منموہن سنگھ نے اس دعوت کو ٹھکرا دیا اور اپنی طرف سے سرحدی کشیدگی کو انتہا تک پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور اب نئے بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی نے اپنی تقریب حلف برداری میں ہمارے وزیر اعظم کو دعوت دی تو یوں لگتا ہے کہ یہ بس اشارے کے ہی منتظر تھے کہ سر کے بل دوڑتے ہوئے بھارت یاترا کے لئے حاضر ہو گئے اور وہاں جا کر اپنی طرف سے کی گئی خیر سگالی کے جواب میں پانچ نکاتی سنگین الزامات سن کر منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھے رہے۔ کیونکہ ہمارے وزیر اعظم اپنے دورِ سیاست کے تجربات سے یہ راز پا چکے ہیں کہ پاکستانی سادہ لوح ہیں۔ ہم ملکی مفادات، ملکی وقار و آبرو پس پشت ڈالتے رہیں۔ دشمن کے جارحانہ اقدام کے سامنے پسپائی اختیار کرتے رہیں۔ ان کی طرف سے الزامات کی بارش کے باوجود اپنے جائز مطالبات خصوصاً کشمیر تک کے لئے آواز نہ اٹھائیں تو کوئی بات نہیں کیونکہ پاکستانی قوم کا حافظہ کمزور ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں۔ چند سیاسی بیانات جاری کرنا پڑیں گے پھر بزدل کو جرات و شجاعت کا ہیرو ثابت کرنا کوئی مشکل نہ ہوگا کیونکہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چل جاتا ہے۔

بہتی گنگا میں ہر کوئی ہاتھ دھونے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ میڈیا میں موجود کالی بھیڑیں بھی پاکستانی قوم کی اس فیاضی سے فائدہ اٹھانے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ جیو گروپ نے بھی دیکھا کہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ یہاں قانون کا مذاق اڑانے والے بھی قانون کے رکھوالے کہلاتے ہیں۔ ہمیں سیاسی لیڈروں سے کوئی غرض نہیں۔ مگر بر سبیل تذکرہ یہ ایک حقیقت ہے کہ صدر آصف علی زرداری ہوں یا سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی ہوں۔ راجہ پرویز اشرف ہوں یا موجودہ وزیر اعظم میاں نواز شریف ہوں سب کو جیو کے پروگرامز میں نشانہ مذاق بنایا گیا۔ ان کی دیکھا دیکھی مختلف چینلز نے بھی لیڈروں کو اپنے طنز و مزاح کا ہدف بنا لیا۔ میڈیا کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرنے والے خود ان کا شکار ہوتے رہے۔ اور میڈیا کا یہ طاقتور دیو ان کے قابو سے باہر ہوتا چلا گیا۔ جیو کے حوصلے بڑھتے رہے پھر یہ فوج اور آئی۔ ایس۔ آئی کے مقابل بھی آ گیا۔ جیو کے خلاف احتجاج بھی ہوا مگر اس کا حوصلہ بڑھا ہوا تھا۔ وہ یہی سمجھتا رہا کہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چلتا ہے مگر وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا یا بے خبر بنا ہوا تھا کہ پاکستانی عوام سادہ لوح ضرور ہیں مگر ان سادہ دلوں کا اپنے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو رشتہ محبت ہے وہ بھی پوری دنیا میں ضرب المثل ہے۔ یہ ہر بات پر سودا کر لیتے ہیں مگر اپنے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناموس پر سودا کرنا انہوں نے سیکھا ہی نہیں۔ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے گھرانے سے غداری ان کی سرشت میں داخل ہی نہیں۔ جیو نے حدود کراس کرتے ہوئے وہ شو دکھا دیا جس کی توقع بھی نہ تھی۔ اہل بیت رسول ﷺ کی توہین کر ڈالی۔ سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی عزت و حرمت کا لحاظ نہ کیا۔ محبوب خدا ﷺ کی شہزادی کو ایک بدنام اداکارہ کے ساتھ تشبیہ دے کر مسلمانوں کے جذبات پر حملہ کر دیا۔ وہ عظیم شہزادی جن کی شان یہ ہے کہ روزِ محشر عرش سے منادی آواز دے گا: اے اہل محشر! اپنے سروں کو جھکا لو اور آنکھیں بند کر لو حتی کہ فاطمہ بنت محمد پل صراط سے گذر جائیں اور وہ ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائیں گی۔ (کنز العمال، رقم الحدیث 34209)

اس عظیم شہزادی کی توہین کر کے بے شرمی کے تمام ریکارڈ توڑ دیئے گئے۔ جیو والے سمجھتے رہے کہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چل

...مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ یہاں سب کچھ چل جاتا ہے مگر یہ نہیں چل سکتا۔ عظمت محبوب پر کوئی سودا بازی گوارا نہیں ہوسکتی۔ جو جیو کسی دیو کی طرح سراٹھا کر آگے ہی بڑھتا جارہا تھا۔ اسے گھٹنے ٹیکنا پڑے۔ جو کسی کی نہیں سنتا تھا اب کوئی اس کا معافی نامہ سننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

تجاہل عارفانہ بھی ایک فن ہے اور ہماری حکومت اس فن میں ماہر نظر آتی ہے۔ جیو نے مجبوراً گھٹنے ٹیک دیئے۔ معافی معافی کا شور مچانا شروع کر دیا اور ہمارے حکمران عوام کے جذبات بھی دیکھتے رہے مگر جمہوریت کا راگ الاپنے والے جمہور کی آواز سے کان بند کر کے بیٹھے رہے۔ اس شرمناک اقدام پر مذمت کا بیان بھی جاری نہ کر سکے۔ وہ اپنے مفادات کا تحفظ کرتے رہے۔ عوام کے جذبات کی ترجمانی کی ہمت نہ ہوئی، وہ بھی شاید یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ عوام کے حافظے کمزور ہیں۔ وہ بھول جائیں گے اور پھر ہمارا ہی راج ہوگا۔ ایکسپریس نیوز کے پروگرام "کل تک" میں صاحبزادہ حامد رضا چیئرمین سنی اتحاد کونسل کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے جامعہ بنوریہ کے مفتی نعیم نے کہا: معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ جیو نے معافی مانگ لی اب معاملہ ختم ہوگیا۔ طاہر محمود اشرفی نے بھی جیو نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا: جیو نے معافی مانگ لی ہے اب کسی فتویٰ کی ضرورت نہیں رہی۔ یہاں سوال اُٹھتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے لال مسجد میں آپریشن کیا۔ ملک کا کوئی بھی حکمران ہوتا تو وطن کے ساتھ بغاوت کرنے والوں کے خلاف سخت اقدام کرنا اس کا فرض بنتا تھا مگر لال مسجد کے یہ حامی پرویز مشرف کو تو کسی صورت میں معاف کرنے کے لئے تیار نہیں اور حرمت اہل بیت پر حملہ کرنے والوں کو معافی نامہ جاری کرنے میں یہ خود کو مختار کل سمجھ رہے ہیں۔ کل تک تحریک پاکستان کی مخالفت کرنے والے آج پاکستان میں من مانیاں کر رہے ہیں۔ کاش عوام میں شعور بیدار ہوجائے ان کے حافظے قوی ہوجائیں اور پاکستان کے مخالفین یہ سوچنے کی جرات بھی نہ کرسکیں کہ یہاں سب کچھ چل سکتا ہے۔ دوسرے دن میں جیسے تیسے خوشاب سے واپس پہنچا۔ صبح کے نو بجے تھے۔ بخار سے جسم جل رہا تھا مگر جھنگ بازار میں داخل ہوتے ہی مجھے یاد آگیا کہ میری بیٹی فاطمہ رضوی نے آتے ہوئے کہا تھا۔ ابو! میرے لئے جوس کا پیکٹ لیتے آنا۔ گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ بچے گھر پر ہی تھے۔ میں شاپ سے جوس کے پیکٹ خرید کر گھر میں داخل ہوا، فاطمہ رضوی دوڑتی ہوئی آئی اور میرے ہاتھ سے جوس کا پیکٹ چھین کر بھاگ گئی۔ میں کمرے میں آکر بیڈ پر بیٹھا ہی تھا کہ فاطمہ رضوی روتے ہوئے پھر آگئی اور جوس کا پیکٹ میری طرف اچھال کر کہنے لگی: آپ یہ خراب جوس کہاں سے اٹھا لائے ہیں؟ میں نے جوس کو سونگھا تو عجیب سی بو کا احساس ہوا فاطمہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی شاید یہ جوس بھی کسی جعلی کمپنی کا کارنامہ تھا۔ میں نے کہا: بیٹی رونا نہیں یہ پاکستان ہے یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ میں بے دم سا ہو کر بیڈ پر دراز ہوگیا۔ بخار کافی تیز ہو چکا تھا۔ ذہن پر غنودگی طاری ہورہی تھی مگر کہیں دور سے بوڑھے مریض کی آواز میرے کانوں میں گونج رہی تھی۔ یہ پاکستان ہے۔ یہاں سب کچھ چلتا ہے۔ یہ پاکستان ہے..........

انشاء اللہ العزیز اگلے شمارے میں پھر آپ سے باتیں ہوں گی۔ محبتوں، جذبوں، الفتوں، شکائتوں کے اسی چوراہے پر، آہ وفغاں کے اسی شور میں۔

فقط والسلام مع الاکرام

آپ کی آراء، مشوروں، کرم فرمائیوں کا منتظر

ابوالحسنین رضوی

26 رجب المرجب 1435ھ/ 26 مئی 2014ء بروز پیر دن 2 بج کر اڑتالیس منٹ